چاند کی تسخیر قرآن کی نظر میں

چند آفاقی دلائل کا جائزہ

مولوی محمد شہاب الدین صاحب ندوی بنگلوری
(اسلامیہ لائبریری، چک پابادر۔ بنگلور نمبر۲)

ایک تاریخی حادثہ امریکی خلابازوں نے چاند فتح کر کے بعض مذہبی حلقوں میں ایک کھلبلی پیدا کر دی ہے خصوصیت کے ساتھ ہندو فرقے کے عقائد متزلزل ہو چکے ہیں۔ بلکہ زیادہ صحیح الفاظ میں ان کے مذہبی ایوانوں میں صف ماتم بچھ گئی ہے کیونکہ ان کے عقیدے کے مطابق چاند دیوتاؤں کا دیس ہے۔ اور انسان کا چاند کو مسخر کر لینے سے ان دیوتاؤں کی برتری ختم ہو جاتی ہے۔

چنانچہ مجھ سے ایک ہندو دوست نے (جو کچھ روشن خیال تھے) کہا کہ اب خدا بڑی مشکلوں میں پڑ گیا ہے (معاذ اللہ)۔ میں نے جواباً عرض کیا کہ ہو سکتا ہے کہ آپ کا بھگوان ضرور مشکلوں میں پڑ گیا ہو جس کی حیثیت آپ لوگوں کی نظر میں تینتیس ۳۳ کروڑ نام نہاد دیوتاؤں میں ایک بے دست و پا قیدی سے زیادہ نہیں ہے۔ مگر الحمد للہ ہمارے خدا پر یہ بات صادق نہیں آتی جو وحدہٗ لاشریک، قادر مطلق اور خدائے جل جلالہ کہلاتا ہے۔ اور ہماری کتاب برحق کی تصریحات کے مطابق تسخیر قمر سے ہمارے ایمان میں مزید اضافہ ہو گیا ہے۔

بہر حال بعض ہندو لوگوں نے برملا کہنا شروع کر دیا ہے کہ امریکی باشندوں نے جس چاند پر تسخیر کے جھنڈے گاڑے ہیں وہ ہماری زمین کا چاند نہیں بلکہ کوئی اور چاند ہو گا۔ اسی کو کہتے ہیں کھسیانی بلی کھمبا نوچے۔ بہر حال ”اپالو ۱۱“ کی کامیاب پرواز ایک ایسا تاریخی حادثہ ہے جس نے بعض فرسودہ مذاہب کی چولیں ہلا دی ہیں۔

چاند کی تسخیر اور موجودہ مسلمان

یہ تو ایک غیر اسلامی فرقے کا حال تھا، جس کا معاملہ وہ خود جانے مگر سمجھ میں نہیں آتا کہ اُن لوگوں کی فہم و دانش کو کیا ہو گیا ہے جو اپنے آپ کو اسلام کا نام لیوا سمجھتے ہیں اور ایک ایسی حیرت انگیز کتاب کے حامل ہیں جو اس عالم آب و گل میں اپنی نوعیت کی ایک ہی کتاب ہے اور قیامت تک دینی معاملات کے ساتھ ساتھ ہر دنیوی معاملے میں بھی ان کی بصیرت و رہنمائی کے لیے کافی ہے؛ پھر ایسی یکتا و بے مثال کتاب کی تصریحات سے آنکھیں بند کر کے وہ بھی ہندو فرقے کی ہمنوائی یا کم از کم صریح توہمات کا مظاہرہ کس طرح کر سکتے ہیں؛ چنانچہ بعض مسلمان حلقوں تک میں بعض ایسے مضحکانہ خیالات کا اظہار کیا جا رہا ہے جن کو سن کر ہنسی آتی ہے۔ مثلاً بعض لوگ پوچھتے ہیں کہ کیا واقعی امریکی باشندے چاند پر ہو آئے ہیں یا خالی خولی ڈھونگ رچا رہے ہیں؛ یا مثلاً انسان آسمانی حدود میں کیسے داخل ہو سکتا ہے؛ فرشتوں نے ان لوگوں کو چاند پر کیسے پہونچنے دے دیا؛ اور آتشیں گرزوں سے ان کی خبر کیوں نہیں لی؛ کیا یہ بات خدائی امور میں مداخلت کے مترادف نہیں ہے؛ وغیرہ وغیرہ۔ غرض جتنے منہ اتنی ہی باتیں ہیں۔ اور اس قسم کے تمام سوالات کتاب اللہ سے ناواقفیت کی دلیل ہیں۔

اسلام اور کلیسا

اب سب سے پہلے بنیادی سوال یہ ہے کہ انسان اگر چاند کو مسخر کر لے تو اس سے آخر اسلام کے کون سے عقیدے پر ضرب پڑتی ہے اور اس کے کن کن تصورات کو دھکا پہونچتا ہے؛ کیا قرآن و حدیث میں کہیں یہ لکھا ہوا ہے کہ انسان چاند یا دیگر سیاروں پر نہیں پہنچ سکتا؛ یا معاملہ اس کے برعکس ہے؟

ظاہر ہے کہ اسلام کلیسا (CHURCH) کی قسم کا کوئی مذہب نہیں ہے جس نے دینی و دنیوی معاملات میں فرق نہ کر کے بڑی زبردست حماقت کا ثبوت دے دیا اور ہر نئی تحقیق کو خلافِ مذہب قرار دیکر فتنوں کے دروازے کھول دئے جس کے باعث بڑے تلخ نتائج اور خونیں ہنگامے برپا ہوئے۔ اور کلیسا کی اس مجرمانہ ناعاقبت اندیشی ہی کی بنا پر مادیت (MATTERIALISM) نے جنم لیا۔ جس کے عواقب و نتائج ہی کی بدولت آج تقریباً پورا عالم انسانی خدا فراموشی کا عالمگیر مظاہرہ اور پرچار کرتے

ہوئے عریاں تہذیب کا ننگا ناچ ناچ رہا ہے۔

یہ تھا عیسائی مذہب کا حال۔ اب اسلام کی طرف آیئے تو ہمیں اس کے سایہ میں سکون واطمینان حاصل ہو جاتا ہے اور اس کے دامن میں افراط و تفریط کے درمیان ایک عدیم المثال توازن نظر آتا ہے۔ چنانچہ اسلام جس طرح دینی معاملات میں رہبری کرتا ہے۔ اسی طرح دنیوی امور میں بھی بڑی انوکھی اور کامیاب رہنمائی کرتا ہے جس کا تصور بھی ہمیں کسی دوسرے مذہب یا صحیفے میں نہیں مل سکتا۔

قرآنی علوم پنجگانہ | یہ بات خوب سمجھ لینی چاہئے کہ قرآن حکیم میں جتنے بھی مضامین مذکور ہیں اصولی حیثیت سے ان کو پانچ ابواب میں تقسیم کیا جاسکتا ہے۔

۱۔ علم احکام یعنی انفرادی و اجتماعی تمام معاملاتِ زندگی میں انسان کی رہنمائی۔

۲۔ علم مخاصمہ یعنی وہ علمی مذاکرات و مباحثات جو گمراہ فرقوں یعنی یہود و نصاریٰ اور منافقین ومشرکین کے ساتھ کئے گئے ہیں۔ ان ہی مباحثات سے تمام عقائد کی تنقیح ہو جاتی ہے اور ایمانیات کا ایک ایک باب کھل کر سامنے آجاتا ہے۔

۳۔ صحیفہ تاریخ کے ذریعہ عبرت و بصیرت: چنانچہ گزشتہ پیغمبروں اور اقوامِ عالم کے حالات و واقعات قرآن اسی نقطۂ نظر سے بیان کرتا ہے۔ اس لحاظ سے اس علم کو قرآنی فلسفۂ تاریخ بھی قرار دیا جاسکتا ہے۔

۴۔ نظام کائنات کے ذریعہ تذکیر و انتباہ: یعنی مظاہرِ کائنات کے بیان سے خدا کے احسانات و نوازشات کے ذریعہ انسان کے جذبۂ احسان شناسی کو جھنجوڑتے ہوئے خدا پرستی کی دعوت دینا اور مظاہرِ کائنات کے حیرت انگیز نظام سے خدا کے وجود، اس کی قدرت، ربوبیت اور اس کی بے نظیر حکمت و مصلحت پر استدلال کرنا۔

۵۔ علم آخرت۔ یعنی اخروی زندگی کے حالات و تفصیلات۔

(ملاحظہ ہو الفوز الکبیر۔ از شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ)

شاہ صاحبؒ کا کارنامہ | یہ بڑی فلسفیانہ تقسیم ہے۔ اور قرآن کا کوئی بھی بیان ان پانچ قسم کے مضامین

سے باہر نہیں جا سکتا۔ اور اس وقت میرا موضوع بحث چوتھے علم سے ہے یعنی "مظاہر کائنات کے ذریعہ تذکیر اور انتباہ" جس کو شاہ صاحبؒ نے "التذکیر بآلاء اللہ" (اللہ کی نعمتوں کے ذریعہ سبق آموزی) قرار دیا ہے۔ موصوف نے یہ عنوان قائم کر کے اپنی تبحر علمی اور ژرف نگاہی کا ثبوت دیا ہے۔ اور حقیقت یہ ہے کہ حالات حاضرہ کی روشنی میں یہ عنوان اتنا موزوں نظر آ رہا ہے کہ شاہ صاحب کی علمی بصیرت کی داد دینی پڑتی ہے۔ اور پھر اس موضوع سے متعلق تمام قرآنی مباحث کی روح اس عنوان میں سمٹ آئی ہے۔

صحیفۂ ہدایت و بشارت

بہر حال قرآن مجید میں نظام کائنات ــــ جس کو آپ چاہیں تو سائنسی امور بھی کہہ سکتے ہیں ــــ کا بیان ایک مستقل علم کی حیثیت رکھتا ہے۔ اور اس کا مقصد وقتاً فوقتاً نوع انسانی کو مختلف حیثیتوں سے متنبہ کرتے رہنا اور خدا پرستی پر استدلال کرنا ہے۔ قرآن حکیم چونکہ ایک ابدی و سرمدی صحیفۂ ہدایت ہے اس لیے اس میں خدائی اسکیم و منصوبے کے مطابق کائنات کے تمام راز ہائے سربستہ یا دوسرے لفظوں میں اسرار ربوبیت کا بیان پہلے سے لکھ دیا گیا ہے۔ جو اس کے کتاب الٰہی ہونے کی واضح و مستحکم دلیل ہے۔ اور قرآن کریم میں اسرار کائنات کے بیان کرنے کی ایک وجہ یہ بھی ہے کہ اس سدا بہار کلام پر کسی بھی دور میں کہنگی کی پرچھائیاں پڑنے نہ پائیں اور وہ کبھی فرسودہ یا آؤٹ آف ڈیٹ نہ ہونے پائے۔

وَمَا مِنْ غَائِبَةٍ فِي السَّمَاءِ وَالْأَرْضِ إِلَّا فِي كِتَابٍ مُّبِينٍ۔ — اور آسمان و زمین میں ایسی کوئی پوشیدہ چیز و سربستہ راز نہیں ہے جو (اس) کھلی کتاب میں موجود نہ ہو (نمل: ۷۵)

أَلَمْ تَرَ أَنَّ اللَّهَ يَعْلَمُ مَا فِي السَّمَاوَاتِ وَمَا فِي الْأَرْضِ۔ — (اے مخاطب) کیا تو نے مشاہدہ نہیں کیا کہ اللہ زمین اور آسمانوں کی تمام چیزوں سے واقف ہے؟ (مجادلہ: ۷)

وَخَلَقَ كُلَّ شَيْءٍ وَهُوَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيمٌ۔ — اور اس نے ہر چیز پیدا کی ہے اور وہ ہر چیز سے واقف ہے۔ (انعام: ۱۰۱)

أَلَا يَعْلَمُ مَنْ خَلَقَ وَهُوَ — جس نے پیدا کیا ہے کیا وہ خود ہی نہ واقف رہ سکتا ہے بھلا کہ

اَللَّطِیْفُ الْخَبِیْرُ۔ وہ بڑا باریک بین اور ہر چیز کی خبر رکھنے والا ہے (ملک: ۱۴)

حاصل یہ کہ اللہ تعالےٰ کو تمام مظاہر کائنات کا خالق ہونے کے ناطے ہر چیز کا علم حاصل ہے اور اس نے ہر چیز کی خبر پہلے سے اپنی کتاب میں دے رکھی ہے۔ اس لحاظ سے دنیا میں جتنی بھی سائنٹفک تحقیقات ہوں گی اور انسانی کوششوں سے جو بھی رازہائے فطرت دریافت ہوتے جائیں گے ان کی روشنی میں کتاب الٰہی کا چہرہ مزید روشن ہو جائے گا۔ یعنی اس کے وہ بیانات جو نظام کائنات سے متعلق ربانی اسکیم کے مطابق پہلے سے اس میں درج ہیں، ان کی صداقت کھل کر سامنے آجائیگی پھر قرآنی بیانات اور نظام کائنات کی اس تطبیق وہمنوائی کے نتیجے میں اہل ایمان کے چہرے تروتازہ ہو جائیں گے، ان کے بشرہ پر رونق آجائے گی اور ان کے پائے ثبات میں بجائے لغزش و کپکپاہٹ کے ان کے ایمان میں مزید اضافہ ہو جائے گا۔ یہی وجہ ہے کہ قرآن عظیم کو صحیفۂ ہدایت و رحمت کہنے کے ساتھ ساتھ اس کو صحیفۂ بشارت بھی قرار دیا گیا ہے۔

وَنَزَّلْنَا عَلَیْكَ الْكِتٰبَ تِبْیَانًا لِّكُلِّ شَیْءٍ وَّهُدًى وَّرَحْمَةً وَّبُشْرٰى لِلْمُسْلِمِیْنَ (اے محمدؐ) ہم نے تجھ پر وہ کتاب اتاری جو ہر چیز کو خوب کھولنے والی ہے۔ اور وہ فرمانبرداروں کے لیے ہدایت، رحمت اور خوشخبری ہے (نحل: ۸۹)

قُلْ نَزَّلَهٗ رُوْحُ الْقُدُسِ مِنْ رَّبِّكَ بِالْحَقِّ لِیُثَبِّتَ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَهُدًى وَّبُشْرٰى لِلْمُسْلِمِیْنَ۔ کہدے کہ اس کلام کو روح القدس (جبریلؑ) نے تیرے رب کی طرف سے مطابقت کے ساتھ اتارا ہے تاکہ وہ ایمان والوں کے قدم جمائے رکھے۔ اور وہ مسلمین کے لیے ہدایت و بشارت ہو (نحل: ۱۰۲)

طٰسٓ، تِلْكَ اٰیٰتُ الْقُرْاٰنِ وَكِتَابٍ مُّبِیْنٍ۔ هُدًى وَّبُشْرٰى لِلْمُؤْمِنِیْنَ الَّذِیْنَ یُقِیْمُوْنَ الصَّلٰوةَ وَیُؤْتُوْنَ الزَّكٰوةَ وَهُمْ بِالْاٰخِرَةِ هُمْ یُوْقِنُوْنَ۔ طاسین یہ قرآن اور کتاب روشن کی آیات ہیں، جو ہدایت و بشارت ہیں ان اہل ایمان کے لیے جو نماز قائم کرتے اور زکوٰۃ ادا کرتے ہیں، اور وہ آخرت پر بھی یقین رکھتے ہیں۔ (نمل: ۱-۳)

اَوَلَمْ یَكْفِهِمْ اَنَّاۤ اَنْزَلْنَا عَلَیْكَ کیا ان کے لیے یہ بات کافی نہیں ہے کہ ہم نے تجھ پر وہ کتاب اتاری

اَلْكِتٰبَ يُتْلٰى عَلَيْهِمْ، اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَرَحْمَةً وَّذِكْرٰى لِقَوْمٍ يُّؤْمِنُوْنَ ۔ رحمت ہے جو انہیں پڑھ کر سنائی جاتی ہے، یقیناً اس میں مومن قوم کے لیے رحمت اور یاد دہانی (نصیحت) موجود ہے۔ (عنکبوت: ۵۱)

قرآن ایک اپ ٹو ڈیٹ کتاب

مذکورہ بالا آیات میں سے پہلی آیت سے یہ بھی ظاہر ہوتا ہے کہ قرآن مجید میں ہر چیز کا بیان موجود ہے۔ یعنی اس کے مضامین خمسہ (جن کی تفصیل اوپر گزر چکی) کا بیان اصولی حیثیت سے پوری وضاحت کے ساتھ کیا گیا ہے۔ جس کے بعد کسی قسم کی تشنگی باقی نہیں رہتی۔ اسی بنا پر آخری آیت میں فرمایا کہ کیا یہ کتاب اور اس کے حیرت انگیز بیانات ان کے اطمینان قلب کے لیے کافی نہیں ہیں؟ حقیقت یہ ہے کہ اس عجیب و غریب کتاب میں ہر قسم کی عبرت و بصیرت کا پورا پورا سامان جمع کر دیا گیا ہے جس کے ملاحظہ سے ہر قسم کے امراض ذہنی کے جراثیم نکل جاتے ہیں اور ہر قسم کے دماغ کی ذہنی دھلائی (BRAIN WASHING) ہو جاتی ہے۔ اسی لیے فرمایا:-

مَا فَرَّطْنَا فِي الْكِتٰبِ مِنْ شَيْءٍ ۔ ہم نے اس کتاب میں کوئی کوتاہی نہیں کی (انعام: ۳۸)

وَلَقَدْ ضَرَبْنَا لِلنَّاسِ فِيْ هٰذَا الْقُرْاٰنِ مِنْ كُلِّ مَثَلٍ لَّعَلَّهُمْ يَتَذَكَّرُوْنَ ۔ اور ہم نے نوع انسانی کے لیے اس قرآن میں ہر ایک مثال بیان کر دی ہے تاکہ وہ چونک سکے (زمر: ۲۷)

وَكُلَّ شَيْءٍ فَصَّلْنٰهُ تَفْصِيْلًا ۔ اور ہم نے ہر چیز خوب تفصیل سے بیان کی ہے (اسراء: ۱۲)

قرآن عزیز کا بنیادی موضوع (BASIC SUBJECT) ہدایت و رہنمائی ہے اور اس کے مباحث وہ علوم خمسہ ہیں جن کا بیان اوپر گذر چکا ہے۔ ان میں سے علم احکام اور علم آخرت تو اصل سرچشمہ ہیں اور بقیہ علوم مذکورہ بالا اصل تک پہونچنے کے ذرائع ہیں۔ لہٰذا فلسفۂ تاریخ اور نظام کائنات کے ذریعہ دراصل اس سرچشمۂ ہدایت کی طرف لانا اور متنبہ کرنا مقصود ہے۔

اس لحاظ سے ان تمام مباحث سے متعلق ہر چیز کی علمی وجہ البصیرت پوری پوری وضاحت کر دی گئی ہے۔ یعنی جس تفصیل سے علم احکام کا بیان ہوا ہے، اسی طرح علم مخاصمہ، نظام کائنات، فلسفۂ تاریخ اور علم آخرت کا بھی بیان ہوا ہے۔ اور یہ تمام ضمنی بیانات بطور تذکیر و تہدید بیان

ہوئے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ قرآن کریم کی اس خصوصیت کو اجاگر کرنے کے لیے عموماً ذکر، ذکریٰ اور تذکرہ کے الفاظ لائے گئے ہیں۔ مثلاً:۔

وَمَا هُوَ إِلَّا ذِكْرَىٰ لِلْعَالَمِينَ۔ یہ قرآن سارے جہاں کے لیے ایک یاد دہانی کے سوا کچھ بھی نہیں ہے۔ (قلم: ۵۲)

أَوَلَمْ يَكْفِهِمْ أَنَّا أَنزَلْنَا عَلَيْكَ الْكِتَابَ يُتْلَىٰ عَلَيْهِمْ ۚ إِنَّ فِي ذَٰلِكَ لَرَحْمَةً وَذِكْرَىٰ لِقَوْمٍ يُؤْمِنُونَ۔ کیا ان لوگوں کے لیے یہ بات کافی نہیں ہے کہ ہم نے تم پر ایسی کتاب اتاری ہے جو انہیں پڑھ کر سنائی جاتی ہے؟ یقیناً اس میں ایمان لانے والوں کے لیے رحمت و بصیرت موجود ہے (عنکبوت ۵۱)

إِنَّ هَٰذِهِ تَذْكِرَةٌ ۖ فَمَن شَاءَ اتَّخَذَ إِلَىٰ رَبِّهِ سَبِيلًا۔ بلاشبہ یہ ایک سبق ہے، پس جو چاہے اپنے رب کی طرف راہ اختیار کرے (مزمل: ۱۹)

یعنی اس میں ہر قسم کے ذہن و دماغ کو مطمئن کرنے کے لیے اسباق و معارف پوری طرح رکھ دیے گئے ہیں۔ پس اب ہر ایک کو اختیار ہے کہ چاہے راہ ہدایت اختیار کرے یا ابدی خسران کا مستحق بن جائے۔

ذکر اور ذکریٰ ایک حیثیت سے مصادر ہیں جن کے معنی ہیں یاد کرنا، یاد آجانا اور چونکنا وغیرہ اور اسم (حاصل مصدر) ہونے کی صورت میں ان تینوں کے معنی ہیں: یاددہانی، موعظت بیان، چونکانے والی چیز یعنی وہ چیز جس کے ذریعہ کوئی بھولی بسری حقیقت یاد آجائے یا تنبیہ حاصل ہو جائے۔ یہی وجہ ہے کہ قرآن مجید میں یہ الفاظ بیسیوں مرتبہ بکثرت استعمال کیے گئے ہیں۔ تاکہ نوع انسانی کو وقتاً فوقتاً چونکایا اور متنبہ کیا جا سکے۔

قرآن مجید ایک انوکھا کلام ہے جس میں اختصار کے ساتھ ہر قسم کے اسباق و معارف اسطرح جمع کر دیے گئے ہیں کہ کوئی ضروری چیز چھوٹنے نہیں پائی ہے۔ اور ربانی اسکیم کے مطابق اس کے وہ اسباق و معارف جو نظام کائنات سے متعلق ہیں صرف اسی وقت منظر عام پر آسکتے ہیں جبکہ

خود علم انسانی کسی نئی منزل سے آشنا ہو یا بالفاظ دیگر انسانی کوششوں سے جیسے ہی کائنات کا کوئی سربستہ راز دریافت ہوتا ہے اس راز سربستہ کا انکشاف کتاب اللہ میں ایک بالکل اچھوتے اور سبق آموز انداز میں مل جاتا ہے جو دلائل آفاق یا تذکیر و انتباہ کا روپ دھار کر نوع انسانی کو چونکا دیتا ہے۔

اس لحاظ سے زمانہ خواہ کتنی ہی ترقی کیوں نہ کرے انسان چاند اور دیگر سیاروں پر کمندیں کیوں نہ ڈال لے اور ہمارے نظام شمسی کو پار کر کے دیگر ستاروں اور کہکشاؤں کو کیوں نہ فتح کر لے کتاب اللہ کے روشن چہرے پر کہنگی کی پرچھائیاں کبھی اور کسی صورت میں نہیں پڑ سکیں گی۔ اور اس کے حیرت انگیز کلمات کسی بھی دور کے انکشافات و تحقیقات سے پیچھے نہیں رہ سکیں گے۔ بلکہ قیامت تک کے تمام احوال و کوائف اور علمی خبروں کا تذکرہ اس "سدا بہار خبر نامہ" میں ایک اعجازی انداز کے ساتھ مل جائے گا۔ بالفاظ دیگر اگر انسان زہرہ یا مریخ پر بھی پہونچ جائے تو قرآن عظیم اس کا پیچھا نہیں چھوڑے گا بلکہ سائے کی طرح اس کے ساتھ رہ کر ہمیشہ اس کو درس انسانیت دیتا رہے گا۔

بہر حال قرآن حکیم میں تازہ بتازہ حالات اور علمی خبریں کچھ اس انداز میں بیان ہوئی ہیں اور اجتماعی حالات و نفسیات کا نقشہ ایک ایسے معجز نما اسلوب (STYLE) میں کھینچا گیا ہے کہ اس میں تمام زمانوں کی مشترکہ روح یا مشترکہ عناصر سمٹ آئے ہیں گویا کہ ہر دور کی نمائندگی ملحوظ رکھی گئی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ قاری جس علم کا بھی ماہر اور جس دور کا بھی نمائندہ ہو قرآن حکیم میں اس کو اپنی اور اپنے ہی دور کی داستان نظر آئے گی گویا کہ ہر دور والوں کو قرآن کریم کے آئینے میں اپنی ہی صورت شکل دکھائی دیتی رہے گی جیسا کہ فرمایا:

لَقَدْ اَنْزَلْنَا اِلَيْكُمْ كِتَابًا فِيْهِ ذِكْرُكُمْ، اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ۔

ہم نے تمہارے پاس ایک ایسی کتاب بھیج دی ہے جس میں تمہارا تذکرہ (داستان) موجود ہے۔ کیا تم (اپنی ہی داستان) نہیں سمجھو گے؟ (انبیاء - ۱۰)

یہ قرآن حکیم کا اتنا عجیب و غریب اور حیرت ناک پہلو ہے جس کو دیکھ کر عقل انسانی دنگ اور

مبہوت و ششدر رہ جاتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اس میں ہر مضمون الگ الگ باب کے تحت مذکور نہیں ہے، بلکہ تمام مضامین ایک حکیمانہ ربط کے ساتھ باہم خلط ملط اور گڈمڈ کر دیے گئے ہیں تاکہ ہر دور میں غور و فکر کے ذریعہ اس سے نئے نئے نکات اور اسرار و معارف نکالے جا سکیں۔ بہرحال ایک دوسرے موقع پر اس بات کی وضاحت بھی کر دی کہ قرآن حکیم میں اس قسم کے تازہ بتازہ حالات (نوعِ انسانی کا اجتماعی تذکرہ) بیان کرنے کی اصل غرض و غایت کیا ہے؛

وَلَوِ اتَّبَعَ الْحَقُّ أَهْوَاءَهُمْ لَفَسَدَتِ السَّمٰوٰتُ وَالْأَرْضُ وَمَنْ فِيهِنَّ ۚ بَلْ أَتَيْنٰهُمْ بِذِكْرِهِمْ فَهُمْ عَنْ ذِكْرِهِمْ مُعْرِضُونَ۔

اگر (دینِ) حق ان لوگوں کی خواہشات کا تابع ہو جاتا تو ارض و سماوات اور ان میں موجود شدہ مخلوقات دکا نظام ہی بگڑ جاتا نہیں بلکہ ہم تو ان کے پاس ان ہی کی داستان لے آئے ہیں، مگر وہ اپنی ہی داستان سے منہ موڑ رہے ہیں (مومنون ۷۱)

مطلب یہ کہ اگر وقتاً فوقتاً اس طرح تنبیہہ و انتباہ سے کام نہ لیا جائے تو پھر نئے حالات اور زمانے کی نئی کروٹوں کے باعث نظام عالم درہم برہم اور کائنات روحانی متاثر ہو جائے گا جیسا کہ آج تسخیر قمر کے باعث مذہبی حلقوں میں ایک کھلبلی پیدا ہو گئی ہے اور بعض علماء تک فکری انتشار کا شکار ہو کر سٹپٹا گئے ہیں، اور انہیں کچھ سجھائی نہیں دے رہا ہے۔ حالانکہ قرآن عظیم میں ہر چیز کا بیان موجود ہے اور اس پر اوراقِ پارینہ ہونے کی چھاپ کبھی نہیں لگ سکتی جیسا کہ روشن خیال طبقوں کا خیال خام ہے۔

اس بنا پر کتاب الٰہی میں تمام جدید مباحث سے متعلق کافی و شافی بیانات بھی موجود ہیں اور تذکیری حیثیت سے ان پر مختصر و جامع تبصرے بھی۔ تاکہ عصری علوم میں کتاب الٰہی کا مرتبہ ہمیشہ بالکل ممتاز و نمایاں رہے۔ اور دوسری حیثیت سے ایک طرف اس کے پیرووں کی تسکینِ قلب کا سامان بھی مہیا ہوتا رہے تو دوسری طرف منکرین و معاندین پر حجت بھی پوری ہوتی رہے۔ غرض یہی وہ تمام وجوہات ہیں جن کی بنا پر اس کتاب حکمت کو گلہائے رنگ رنگ سے آراستہ کر کے ایک سدابہار گلدستۂ حیات بنا دیا گیا ہے، جس کی عطر بیزیوں سے مشام جاں ہمیشہ معطر رہتا ہے۔ اس موضوع

پر مزید تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو میری کتاب "قرآن مجید اور سائنس" یا "کلوروفل اور قرآن"۔

نظام کائنات اور دلائل آفاق

حاصل یہ کہ اسرار فطرت کا بیان قرآن مجید میں ایک ایسے انوکھے طریقے پر کیا گیا ہے کہ علم انسانی د نظام کائنات متعلق، جب کسی نئی منزل میں داخل ہوگا تو "ربانی انکشافات" (دلائل آفاق) اچانک ذکر، ذکری اور تذکرہ بن کر نمودار ہو جائینگے یا شاہ صاحبؒ کی زبان میں التذکیر بآلاء اللہ کا روپ دھاریں گے (تفصیل اگلے صفحات میں آرہی ہے)۔

یوں تو قرآن مجید کے معانی و مطالب کسی بھی دور میں مہمل و بے معنی نہیں ہوتے، مگر بعض آیات کا جب اصل مفہوم واضح ہوتا ہے تو لطف دوبالا ہو جاتا ہے۔ اس کی ایک واضح مثال "زوج کریم" ہے جس کی تفصیل آگے آرہی ہے۔ یہ قرآن حکیم کا اتنا انوکھا روپ اور اس کی نیرنگیٔ کلام کا ایسا تحیر خیز معجزہ ہے جس کی مثال پیش کرنے سے پورا انسانی لٹریچر عاجز و بے بس ہے۔

قرآن مجید چونکہ ایک عالمگیر اور بین الاقوامی پیام ہدایت ہے اس لیے اس میں ہر قسم کے علمی و عقلی اور آفاقی و انفسی دلائل بیان کیے گئے ہیں۔ اور نظام کائنات سے تعارض کرنے کی اصل غرض و غایت قرآن مجید کے کلام الٰہی ہونے پر آفاقی و انفسی دلائل فراہم کرنا ہے تاکہ وہ ایک درخشاں ستارے کی طرح آسمان ہدایت پر چمکتا اور کائنات روحانی کو منور کرتا ہے۔ جیسا کہ فرمایا:

نْ هُوَ اِلَّا ذِكْرٌ لِّلْعٰلَمِيْنَ۔ وَ تعلمن نباه بعد حين۔ — یہ قرآن تو سارے جہاں کے لیے موعظت ہے۔ اور تم اس کی (سچائی) کی خبر ایک مدت کے بعد ضرور معلوم کرو گے

(ص: ۸۷ - ۸۸)

طٰسٓمٓ۔ تِلْكَ اٰيٰتُ الْكِتٰبِ الْمُبِيْنِ۔ — طا، سین، میم۔ یہ کتاب روشن کی آیات ہیں۔ شاید تم اس

لَّكَ بَاخِعٌ نَّفْسَكَ اَلَّا يَكُوْنُوْا — بات پر اپنی جان گنوا بیٹھو کہ یہ لوگ ایمان نہیں لاتے۔ اگر

ؤْمِنِيْنَ۔ اِنْ نَّشَاْ نُنَزِّلْ عَلَيْهِمْ — ہم چاہیں تو آسمان سے ایک ایسا نشان اتار دیں جس کے

مِّنَ السَّمَآءِ اٰيَةً فَظَلَّتْ اَعْنَاقُهُمْ لَهَا خٰضِعِيْنَ ۝ وَمَا يَاْتِيْهِمْ مِّنْ ذِكْرٍ مِّنَ الرَّحْمٰنِ مُحْدَثٍ اِلَّا كَانُوْا عَنْهُ مُعْرِضِيْنَ ۝ فَقَدْ كَذَّبُوْا فَسَيَاْتِيْهِمْ اَنْۢبٰٓؤُا مَا كَانُوْا بِهٖ يَسْتَهْزِءُوْنَ ۝ اَوَلَمْ يَرَوْا اِلَى الْاَرْضِ كَمْ اَنْۢبَتْنَا فِيْهَا مِنْ كُلِّ زَوْجٍ كَرِيْمٍ ۝ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً ۭ وَمَا كَانَ اَكْثَرُهُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ۝ وَاِنَّ رَبَّكَ لَهُوَ الْعَزِيْزُ الرَّحِيْمُ ۝ (شعراء ۴-۹)

آگے ان کی گردنیں جھک جائیں۔ اور جب کبھی ان کے پاس خدائے رحمٰن کی جانب سے کوئی نیا تذکرہ آتا ہے تو وہ منھ موڑ لیتے ہیں پس یہ لوگ (خدائی تذکرہ کو) جھٹلا چکے ہیں۔ لہٰذا عنقریب ان کے پاس اس چیز کی خبریں پہونچ جائیں گی جس کا یہ مذاق اڑایا کرتے تھے۔ کیا انھوں نے روئے زمین کا مشاہدہ نہیں کیا کہ ہم نے اس میں ہر قسم کے کتنے ہی شریفہ معزز نر و مادہ (نباتات) اگا دیے ہیں؛ یقیناً (نباتات کے اس قانون زوجیت) میں ایک بہت بڑی واضح نشانی موجود ہے۔ مگر ان میں سے اکثر لوگ ایمان نہیں لائیں گے اور بلاشبہ تمہارا رب غالب اور رحیم ہے (جو ان منکرین سے تو نپٹے گا اور مومنین کے ساتھ رحمدلی کا برتاؤ کرے گا

سورہ ص اور سورہ شعراء کی آیات کا ماحصل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے کلام کی حقانیت واضح کرنے اور منکرین پر حجت پوری کرنے کے لیے قطعی و فیصلہ کن آفاقی و انفسی دلائل فراہم کرے گا جن کے انکار کے بعد سنت الٰہی کے مطابق ان منکرین و معاندین کو سزا دی جائے گی۔

دلائل آفاقی کی ایک مثال

پھر سورۂ شعراء کی ان ہی آیات میں معجزہ اور دلائل آفاق کی حقیقت پر بھی کچھ روشنی ڈالی گئی ہے اور بتایا گیا ہے کہ بجائے آسمان سے کوئی فوق العادت معجزہ اتار دینے کے ہم نے زمین ہی میں ہر قسم کی عبرت و بصیرت کا سامان پیدا کر دیا ہے جو درحقیقت معجزہ ہی کے قائم مقام ہے یعنی ہر ایک پیڑ پودا اپنی جگہ ہر ایک حیرت انگیز تخلیقی معجزہ کی حیثیت رکھتا ہے جو ہے تو نظام فطرت یا سلسلۂ اسباب و علل ہی کے روپ میں مگر اپنے بے مثال نظم و ضبط کے باعث ایک خارق عادت چیز سے کسی بھی طرح کم نہیں۔

اسلام کے آغاز کے ساتھ ہی جو ظلمت و تاریکی کا زمانہ لد گیا اور علم و تحقیق کی صبح نمود

ہونے لگی اس لیے اب بجائے فوق العادت معجزات کے آفاقی و انفسی دلائل کو جگہ دی گئی، جو خلاق عالم کی مزاج شناسی کی بھی ایک بین دلیل ہے۔ یعنی زمانے کی نبض اور رفتار کو دیکھتے ہوئے چند نئے قسم کے تیر بہدف نسخے تجویز کئے گئے جو آج کی بیمار اور جان بلب انسانیت کے لیے اکسیر کا حکم رکھتے ہیں۔

میں یہ عرض کر رہا تھا کہ آیات زیر بحث میں بجائے ایک "آسمانی نشان" کے ایک "زمینی نشان" کو اہمیت دی گئی۔ جیسا کہ فرمایا: "اِنَّ فِی ذٰلِكَ لَاٰیَۃً" یہ نباتات کا تذکرہ ہے، اور اسی تذکرہ میں نباتات کی سیرتوں کے ایک عجیب و غریب پہلو کی طرف توجہ دلائی گئی ہے۔ جس میں نوع انسانی اور خصوصیت کے ساتھ موجودہ عریاں تہذیب کے متوالوں کے لیے ایک آفاقی سبق موجود ہے۔

یوں تو نباتات کی زندگی کے سارے ہی مظاہر معجزانہ حیثیت رکھتے ہیں مگر خصوصیت کے ساتھ ان کے نظام ازدواج ــــ جس کو علم نباتات کی اصطلاح میں عمل زیرگی (POLLINATION) کہا جاتا ہے ــــ میں اتنے شریفانہ و کریمانہ اور منظم قوانین کی پابندی ہو رہی ہے کہ ایک خدا کا وجود تسلیم کئے بغیر ان منظم و منضبط قوانین کی کوئی صحیح توجیہہ و تعلیل ممکن ہی نہیں ہو سکی۔

چنانچہ نباتات میں بھی حیوانات ہی کی طرح نر و مادہ پائے جاتے ہیں۔ اور ان کی بار آوری کا ایک طریقہ یہ ہے کہ شہد کی مکھیوں، حشرات، پرندوں اور ہوا وغیرہ کے ذریعہ نر پھول کا زیرہ (POLLEN GRAINS) مادہ پھول تک پہونچ جاتا ہے۔ مگر ایسا کبھی نہیں ہوتا کہ ایک نوع کا زیرہ دوسری نوع کا پھول قبول کر لیتا ہو۔ بلکہ ہر نوع صرف اپنی ہی نوع کا زیرہ لیتا ہے۔ اب سوال یہ ہے کہ جب کارخانہ حیات کے مظاہر خود بخود رواں دواں ہیں تو آخر ایک نوع کا دوسری نوع سے زیرہ لینے میں کون سی چیز مانع ہے؟ اب وہ کون ہستی ہے جو ان نباتات کی سیرتوں کی نگرانی کر رہی ہے؟ آخر ان پیڑ پودوں میں حرامی نسل کیوں نہیں ظاہر ہو جاتی؟ انار کے درخت میں سنترہ کیوں نہیں اگ جاتا؟ یا گلاب کے پودے میں روئی کیوں نہیں نمودار ہو جاتی وَقِس علیٰ ذٰلك۔

نقاش فطرت نے نباتات کو "زوج کریم" کے معزز خطاب سے نواز کران کے سروں پر کریمیت کا تاج رکھ دیا ہے۔ یہ نباتات کی سیرتوں میں نظم وضبط اور ڈسپلن یا اطاعت الہٰی کا اتنا زبردست ترین مظاہرہ ہے کہ خلاق فطرت کی حکیمانہ تخلیق کی بے ساختہ داد دینی پڑتی ہے اور "کل لہ قانتون" کی یاد تازہ ہو جاتی ہے تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو میری کتاب "نباتات سے انسانیت تک"۔

"زوج کریم" کا یہ حیرت ناک اور عبرت انگیز مظاہرہ علم نباتات (BOTANY) کی ترقی کے باعث روشنی میں آسکا ہے۔ مگر آج کی سائنس نباتات کی سیرتوں کے اس پہلو سے بالکل آنکھیں بند کیے ہوئے ہے۔ اب یہ قرآن عظیم کا کمال ہے کہ جدید سائنس اپنے ہی علم وفن کے جس پہلو سے آنکھیں بند کیے ہوئے ہے قرآن عظیم ہاتھ پکڑ کر اس کو اس عبرتناک پہلو کی طرف متوجہ کر کے مادیت (MATTERIALISM) کے تابوت میں آخری کیل ٹھونک رہا ہے۔ کیا یہ قرآن عظیم کی بے مثال استادی اور اس کی معجزانہ رہنمائی نہیں ہے؟ زوج کریم کا یہ مظاہرہ دراصل موجودہ ننگی انسانیت کے گال پر ایک تھپیڑ کی حیثیت رکھتا ہے، اور ان دو الفاظ میں اسباق و بصائر کا ایک پورا باب سمو دیا گیا ہے تفصیلات کے لیے ملاحظہ ہو کتاب مذکور۔

واضح رہے کہ زوج کریم ذو معنی الفاظ ہیں اور یہ قرآن میں بطور تو یہ مذکور ہوئے ہیں یعنی "من کل زوج کریم" کا مطلب اب تک "ہر قسم کی عمدہ چیزیں" یا "ہر قسم کے اچھے اچھے نباتات" لیا جاتا رہا۔ مگر علم نباتات (BOTANY) کی ترقی کی بدولت اس کا اصل مفہوم اب واضح ہو سکا ہے۔ یعنی "ہر قسم کے معزز نر و مادہ"۔ یہ زوج کریم کا حقیقی مفہوم ہے اور پہلا مفہوم مجازی یا ثانوی۔ ظاہر ہے کہ مجازی یا ثانوی مفہوم صرف اسی وقت لیا جا سکتا ہے جبکہ حقیقی مفہوم بن نہ سکے۔ اور نباتات کی سیرتوں سے ناواقفیت کے باعث کوئی مفسر و مترجم یہ حقیقی مفہوم کیسے لے سکتا تھا؟ اس لیے فرمایا "اِنَّ فِی ذٰلِکَ لَاٰیَۃً"۔ جیسا کہ ایک دوسرے موقع پر ارشاد ہے:۔

وَمِن كُلِّ شَيْءٍ خَلَقْنَا زَوْجَيْنِ لَعَلَّكُمْ اور ہم نے ہر چیز میں ایک جوڑا بنا دیا ہے تاکہ

تَذَکَّرُوْنَ ۝ فَفِرُّوْا اِلَی اللّٰہِ ، اِنِّیْ لَکُمْ مِّنْہُ نَذِیْرٌ مُّبِیْنٌ۔

تم چونک سکو۔ پس دوڑو اللہ کی طرف، میں تو تمہارے لیے خدا کی طرف سے کھلے طور پر ڈرانے والا ہوں۔

(ذاریات: ۴۹ - ۵۰)

اور حقیقت یہ ہے کہ زوج کریم کے مطالعہ کے بعد خدا کی طرف رجوع و انابت کے سوا کوئی چارہ نظر نہیں آتا سوائے کسی عذر لنگ کا سہارا لینے کے۔ کیونکہ یہ وجود خداوندی اور اس کی بیمثال ربوبیت ہر ایک قطعی و فیصلہ کن اور مشاہد دلیل ہے، جس کے ملاحظہ سے مادیت (MATTERIALISM) کی چولیں ہل جاتی ہیں اور نظریہ ارتقاء (EVOLUTION) کا مصنوعی شیش محل چکنا چور ہو جاتا ہے۔ اور اس سے یہ بھی ظاہر ہو جاتا ہے کہ جیسا دیس ویسا بھیس کے مصداق اللہ تعالیٰ ہر دور کے حالات و مقتضیات کے مطابق موزوں و مناسب دلائل فراہم کرتا رہتا ہے، تاکہ ہمیشہ خدا پرستی کا احیا ہوتا رہے اور باطل کی شکست و ریخت ہوتی رہی۔

یہ صرف ایک مثال ہے ورنہ قرآن حکیم میں اس قسم کے بے شمار اسباق و بصائر موجود ہیں مظاہر کائنات کے مطالعہ سے دراصل خدا کے وجود، اس کی وحدت، قدرت، ربوبیت اور حکمت و مصلحت کے قطعی دلائل فراہم ہو جاتے ہیں۔ اسی لیے قرآن شریف میں جگہ جگہ نظام کائنات میں غور و فکر کی دعوت دی گئی ہے۔ مثلاً:

اِنَّ فِی اخْتِلَافِ الَّیْلِ وَالنَّهَارِ وَمَا خَلَقَ اللّٰہُ فِی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ لَاٰیٰتٍ لِّقَوْمٍ یَّتَّقُوْنَ۔

(یونس: ۶)

رات اور دن کے ہیر پھیر میں اور اللہ نے زمین اور آسمانوں میں جو جو چیزیں پیدا کر رکھی ہیں (ان تمام موجودات) میں بلا شبہ اللہ سے ڈرنے والوں کے لیے بہت سے واضح نشانات (الہیہ) موجود ہیں

وَفِی الْاَرْضِ اٰیٰتٌ لِّلْمُوْقِنِیْنَ وَفِیْٓ اَنْفُسِكُمْ اَفَلَا تُبْصِرُوْنَ۔

اور یقین کرنے والوں کے لیے زمین میں واضح نشانیاں موجود ہیں۔ اور خود تمہاری ہستیوں میں بھی۔ کیا تم نہیں دیکھتے؟ (ذاریات: ۲۰ - ۲۱)

اس قسم کی بہت سی آیتیں موجود ہیں۔ اور ان تمام آیات کا منشا و مقصد یہ ہے کہ نظام کائنات سے متعلق علوم یعنی سائنس کی ترقی ہو۔ اور اس ترقی کی بدولت قرآنی بیانات کی صداقت ظاہر و باہر ہو جائے۔ لہذا تحقیقات جدیدہ کے باعث قرآنی بیانات متاثر نہیں ہوتے بلکہ ان کا چہرہ مزید روشن ہو جاتا ہے، اور الٹے منکرین و معاندین پر حجت پوری ہو جاتی ہے۔ گویا کہ نظام کائنات میں تحقیق و تفتیش سے الٹی آیتیں گلے پڑ جاتی ہیں۔ بہرحال قرآن کی صداقت انسان خود اپنی ہی کوششوں سے ظاہر کردے گا۔ گویا کہ وہ کارخانۂ فطرت میں سر کیا مارے گا قرآن کی صداقت ہی کی خبریں لائے گا خواہ وہ چاند پر پہونچ جائے یا زہرہ اور مریخ پر۔ یہ خداوند جل وعلا کی بڑی عجیب غریب حکمت ہے۔ اس لیے فرمایا:

سَنُرِيهِمْ آيَاتِنَا فِي الْآفَاقِ وَفِي أَنفُسِهِمْ حَتَّىٰ يَتَبَيَّنَ لَهُمْ أَنَّهُ الْحَقُّ ۗ أَوَلَمْ يَكْفِ بِرَبِّكَ أَنَّهُ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ شَهِيدٌ ۝ أَلَا إِنَّهُمْ فِي مِرْيَةٍ مِّن لِّقَاءِ رَبِّهِمْ ۗ أَلَا إِنَّهُ بِكُلِّ شَيْءٍ مُّحِيطٌ ۝ (حٰم السجدہ ۵۳/۵۴)

ہم انھیں اپنے واضح نشانات دکھادیں گے آفاق عالم میں بھی اور خود ان کی اپنی ہستیوں میں بھی تا آنکہ اس (کلام) کی حقانیت ان پر کھل جائے۔ کیا یہ بات کافی نہیں ہے کہ تیرا رب (اس کائنات کی) ہر چیز سے آگاہ ہے (جیسا کہ اس نے اپنی کتاب میں پہلے ہی سے تمام باتیں بیان کر رکھی ہیں) ہاں یہ منکرین اپنے رب سے ملاقی ہونے کے بارے میں متردد ہیں۔ ہاں تو سن لو! کہ اللہ ہر چیز کو گھیرے ہوئے ہے۔

وَيُرِيكُمْ آيَاتِهِ فَأَيَّ آيَاتِ اللَّهِ تُنكِرُونَ۔

وہ تم کو اپنی نشانیاں دکھادے گا پھر تم اللہ کی کن کن نشانیوں کا انکار کرنے لگو گے؛ (مومن : ۸۱)

هُوَ الَّذِي يُرِيكُمْ آيَاتِهِ ...... وَمَا يَتَذَكَّرُ إِلَّا مَن يُنِيبُ۔

(مومن ۔ ۱۳)

وہی ہے جو تم کو اپنے نشانہائے (قدرت) دکھاتا ہے مگر (خدا کی طرف) رجوع کرنے والے کے سوائے کوئی (ان باتوں پر) چونک نہیں سکتا (اور عبرت حاصل نہیں کرسکتا)

وَلَقَدْ أَنزَلْنَا إِلَيْكَ آيَاتٍ

اور ہم تمہارے پاس یقیناً ایسے واضح و روشن دلائل بھیج

بَیِّنٰتٍ وَ مَا یَکْفُرُ بِہَا اِلَّا الْفٰسِقُوْنَ ۝ چکے ہیں جن کا انکار سوائے بدکردار لوگوں کے اور کوئی نہیں کرسکتا (بقرہ: ۹۹)

چاند کی تسخیر اور آیات الٰہی

بات کچھ طویل ہوگئی مگر ان اصولی مباحث کا ذکر کئے بغیر اصل بات چھیڑ دینا کچھ زیادہ مفید نہیں تھا اور بعض غلط فہمیاں اور بدگمانیاں پیدا ہو سکتی تھیں، کیونکہ آج کل ذرا ذرا بات پر جدت اور تجدد کا لیبل لگ جاتا ہے۔ لہٰذا ضروری ہے کہ ہر بات دلائل کی روشنی میں سمجھائی جائے۔

غرض یہ تھی دلائل آفاق کی حقیقت و نوعیت۔ اور دلائل آفاق (وانفس) ہی کا دوسرا نام "آیاتِ الٰہی" ہے۔ مذکورہ بالا مباحث سے آپ کو اندازہ ہوگیا ہوگا کہ قرآن عظیم کیا ہے اور کس پایہ کی کتاب ہے؛ اور انسانی و بین الاقوامی لٹریچر میں اس کی قدر و منزلت کا اصل مقام کیا ہے؟ نیز ان مباحث سے یہ حقیقت بھی بخوبی ظاہر ہوگئی کہ یہ کتاب عظیم عصری علوم سے کبھی شکست و ریخت قبول نہیں کرسکتی۔ بلکہ عصری علوم پر اس کا پلہ ہمیشہ بھاری رہے گا۔ خواہ یہ علوم کتنی ہی ترقی کیوں نہ کر جائیں۔ اور اس کی عظمت کا پھریرا ہمیشہ آفاق عالم پر لہراتا رہے گا اور کسی انسان کی یہ مجال نہ ہوگی کہ اس کے عَلَم کو سرنگوں کر سکے۔ اس موضوع پر سیر حاصل تبصرہ اور جدید سائنس کی شکست و ریخت کے چند عبرتناک مناظر کے لیے ملاحظہ ہو "کلوروفل اور قرآن"۔

حاصل یہ کہ جس طرح "زوج کریم" کی اصل حقیقت اس وقت تک واضح نہیں ہوسکی جب تک کہ علم نباتات (BOTANY) کی ترقی نہ ہوگئی، بالکل یہی حال تسخیر قمر کا بھی ہے۔ چنانچہ جب تک راکٹ سازی کی ابتدا نہ ہوئی اور چاند مسخر نہ ہوگیا اس وقت تک اس سلسلے میں قرآنی آیات بھی خاموش رہیں اور ان کا اصل مفہوم واضح نہیں ہو سکا۔ مگر جیسے ہی یہ حادثہ ہوگیا قرآن حکیم کے ان بیانات میں بھی جان پڑ گئی جو اس موضوع سے متعلق تھیں۔ اور یہی حال دیگر تمام عصری اکتشافات کا بھی ہے کہ اس میں ہر چیز کا بیان ایک عجیب و غریب اعجازی انداز میں مل جاتا ہے۔ گویا کہ وہ ہر دور کے لیے ایک "تازہ ترین خبرنامہ" ہے۔ جس کا سلسلہ قیامت تک جاری رہے گا اور اسکے

رموز واسرار کبھی ختم نہ ہوسکیں گے۔

زوجِ کریم کی مثال سے یہ غلط فہمی نہ رہے کہ قرآن مجید میں اسرارِ کائنات کا بیان "توریہ" کی شکل ہی میں ہوگا بلکہ اس قسم کے بیانات عموماً اشاروں کنایوں (اشارۃ النص، دلالت النص، اور اقتضاء النص جو اصول فقہ کی اصطلاحیں ہیں) کے روپ میں اور کہیں صراحتاً بھی مذکور ہیں، کہیں اصول وکلیات کی شکل میں اور تشبیہ واستعارہ کے قالب میں ملاحظہ ہو "قرآن مجید اور سائنس" یہی وجہ ہے کہ جس طرح نظامِ کائنات میں غور وفکر کی دعوت دی گئی ہے بالکل اسی طرح قرآنی آیات میں بھی تفکر وتدبر کی تاکید کی گئی ہے۔

كِتٰبٌ اَنْزَلْنٰهُ اِلَيْكَ مُبٰرَكٌ (یہ) ایک مبارک کتاب ہے جو ہم نے تیرے پاس بھیجی
لِّيَدَّبَّرُوْٓا اٰيٰتِهٖ وَلِيَتَذَكَّرَ ہے تاکہ لوگ اس کی آیات میں غور وفکر کریں اور اہل دانش
اُولُوا الْاَلْبَابِ ○ چونک سکیں (ص: ۲۹)

اِنَّا جَعَلْنٰهُ قُرْءٰنًا عَرَبِيًّا ہم نے اس کو تمہاری سمجھ بوجھ کے لیے فصیح وواضح قرآن
لَّعَلَّكُمْ تَعْقِلُوْنَ ○ بنایا ہے (زخرف: ۳)

اَفَلَا يَتَدَبَّرُوْنَ الْقُرْاٰنَ اَمْ عَلٰى کیا یہ لوگ قرآن میں تدبر نہیں کرتے یا ان کے دلوں
قُلُوْبٍ اَقْفَالُهَا ○ پر تالے لگ گئے ہیں؟ (محمد: ۲۴)

اس غور وفکر اور قرآن عزیز ونظامِ کائنات کے تقابل کے باعث علمِ الٰہی کی ازیت کا حال آشکارا ہو جاتا ہے۔ اور بسا اوقات علم انسانی کی خامیاں بھی واضح ہو جاتی ہیں۔ کیونکہ قرآن مجید اس حیثیت سے بھی انسان کی بہت بڑی حد تک رہنمائی کر دیتا ہے۔ ظاہر ہے کہ خدائی علم قطعی و یقینی اور انسانی علم خام وناپختہ ہے جس میں بعض اوقات چوک ہو جاتی ہے۔ اس حیثیت سے بھی قرآن مجید انسانی فکر ونظر سے متعلق غلطیوں کی اصلاح کے ساتھ اکثر سوچ بچار کی نئی نئی راہیں بھی کھولتا ہے اور نئے نئے زاویہ ہائے فکر بھی عطا کرتا ہے۔ اور جہاں کہیں اس کے بھٹکنے کا اندیشہ ہو وہاں ہر ایک نشان راہ یا سنگ میل نصب کر کے صحیح راہ کی طرف اشارہ کر دیتا ہے جیسا

کہ اگلے صفحات میں "قرآنی نظریہ سماوات" کے سلسلے میں بحث کی جائے گی۔

خلاصہ بحث یہ کہ چاند کا فتح ہو جانا کسی بھی حیثیت سے اسلام یا اس کے کسی بھی عقیدے کو ضرب نہیں پہونچا سکتا۔ اور تسخیر قمر کوئی اتفاقی یا غیر متوقع حادثہ بھی نہیں ہے۔ بلکہ یہ سب کچھ خدائے علیم وخبیر کے منشا اور اسکیم ہی کے مطابق ہو رہا ہے اور قرآن عظیم میں اس موضوع پر واضح نصوص موجود ہیں جن کے ملاحظہ کے بعد مزید کسی ردو قدح کی گنجائش باقی نہیں رہ جاتی اس لحاظ سے (قرآنی نقطۂ نظر سے) انسان کا چاند کو مسخر کر لینا خود اس کے لیے حجت اور گلے کا پھندا بن جاتا ہے، کیونکہ اس سلسلے کے قرآنی بیانات پر مہر تصدیق ثبت ہو جاتی ہے جس کا انکار نوع انسانی سے بن نہیں پڑتا۔ اور "وَلَتَعْلَمُنَّ نَبَأَهُ بَعْدَ حِينٍ" (اور تم ایک عرصہ کے بعد اس کی خبر ضرور جان لوگے)، ایک صداقت بن کر نازل ہو جاتی ہے۔

غرض انسان چاند پر کیا گیا قرآن عظیم کی تصدیق وتائید کا کافی سامان ساتھ لایا ہے۔ یہ اور بات ہے کہ اس سے دیگر فرسودہ اور آؤٹ آف ڈیٹ مذاہب کا جنازہ نکل گیا ہو۔ اس توضیح و تمہید کے بعد اب میں اپنے ناقص علم کے مطابق بعض اسباق وبصائر آفاقی دلائل (آیات الٰہی) کی طرف توجہ مبذول کرانا چاہتا ہوں جو تسخیر قمر کے باعث خدائی تازیانے بن کر جلوہ گر ہو رہے ہیں۔

چنانچہ ارشاد الٰہی ہے:

وَسَخَّرَ لَكُمُ الَّيْلَ وَالنَّهَارَ	اور اس نے تمہارے لیے دن رات اور آفتاب و ماہتاب
وَالشَّمْسَ وَالْقَمَرَ، وَالنُّجُومُ	مسخر کر دئیے، اور ستارے بھی اسی کے حکم سے مسخر ہیں۔
مُسَخَّرَاتٌ بِأَمْرِهِ إِنَّ فِي ذَالِكَ	یقیناً اس میں عقل والوں کے لیے واضح نشانات موجود ہیں
لَآيٰتٍ لِّقَوْمٍ يَّعْقِلُوْنَ۔	(نحل: ۱۲)
وَمِنْ اٰيٰتِهِ الَّيْلُ وَالنَّهَارُ	دن رات اور آفتاب و ماہتاب (سب) اس کے نشانہائے
وَالشَّمْسُ وَالْقَمَرُ۔	(قدرت) میں سے ہیں (حم سجدہ: ۳۷)

آیات کے چار معنی آتے ہیں: (۱) قرآنی آیات (۲) احکام (۳) معجزات (۴) نشانیاں، اسباق و

دلائل۔ اور یہاں پر آخری معنی مراد ہیں۔ لہذا آئیے اب مذکورہ بالا دونوں آیتوں کے مطابق غور کریں کہ کرہ قمر اور اس کی تسخیر میں ہمارے لیے کون سے اسباق و دلائل اور آیات و نشانات موجود ہیں؟

کائنات میں چاند کی حیثیت سب سے پہلے یہ بات ذہن نشین کرلینی چاہئے کہ چاند ہمارے نظام شمسی یا سورج کے خاندان (SOLAR SYSTEM) کا ایک معمولی سا فرد ہے۔ کائنات میں ایسی کروڑوں بلکہ اربوں کہکشائیں موجود ہیں جن میں سے ہر کہکشاں (GALAXY) تقریباً دس کھرب ستاروں کا مجموعہ ہے اور ہر ستارہ ہمارے نظام شمسی کی طرح ایک کمل نظام کا حامل ہے۔ یہ کوئی شاعری نہیں بلکہ امریکی رصدگاہ کے صدر ڈاکٹر ہارو شیلے کا بیان ہے۔ اس لحاظ سے ہمارے نظام شمسی (ہماری زمین کی طرح کے نو سیاروں کا خاندان) کی حیثیت اس کائنات میں ایک رائی کے دانے سے زیادہ حیثیت نہیں رکھتی۔ اور چاند کی حیثیت تو اس سے بھی زیادہ حقیر ہے۔ بہرحال یہ تمام ستارے، سیارے اور کہکشائیں (GALAXIES) آسمان اول یا "اسماء دنیا" کہلاتے ہیں کیونکہ قرآن کہتا ہے:-

آسمانوں کا ذاتی وجود ایک حقیقت

وَلَقَدْ زَيَّنَّا السَّمَاءَ الدُّنْيَا بِمَصَابِيحَ ط	اور ہم نے نزدیکی آسمان کو چراغوں سے آراستہ کر دیا ہے (ملک: ۵)
وَزَيَّنَّا السَّمَاءَ الدُّنْيَا بِمَصَابِيحَ، وَحِفْظًا ذٰلِكَ تَقْدِيرُ الْعَزِيزِ الْعَلِيمِ ۝	اور ہم نے آسمان دنیا کو قندیلوں سے مزین و محفوظ کر دیا ہے۔ یہ ہے ایک زبردست اور ہمہ دان ہستی کا منصوبہ (حم سجدہ: ۱۲)
تَبٰرَكَ الَّذِي جَعَلَ فِي السَّمَاءِ بُرُوجًا وَّجَعَلَ فِيهَا سِرَاجًا وَّقَمَرًا مُّنِيرًا ۝	بڑا ہی بابرکت ہے وہ خدا جس نے آسمان میں برج بنائے اور اس میں ایک چراغ اور روشنی دینے والا چاند بنایا (فرقان: ۶۱)
وَالسَّمَاءِ ذَاتِ الْبُرُوجِ ۔	اور قسم ہے برجوں والے آسمان کی (بروج: ۱)

مذکورہ بالا آیات میں مصابیح سے مراد ستارے اور سیارے ہیں اور بروج سے مراد کہکشائیں ہی ہو سکتے ہیں۔ کیونکہ "القرآن یفسر بعضہ بعضاً" کے اصول کے مطابق ہمیں دوسرے مقامات پر اس کی تشریح یوں ملتی ہے:

اِنَّا زَيَّنَّا السَّمَآءَ الدُّنْيَا بِزِيْنَةِ ۣالْكَوَاكِبِ۔ ہم نے نزدیکی آسمان کو ستاروں کی رونق سے آراستہ کیا (صافات: ۶)

وَلَقَدْ جَعَلْنَا فِي السَّمَآءِ بُرُوْجًا وَّزَيَّنّٰهَا لِلنّٰظِرِيْنَ اور ہم نے آسمان میں برج بنا دئیے ہیں اور غور سے دیکھنے والوں کے لیے انہیں مزین کر دیا ہے

(حجر: ۱۶)

لفظ کواکب ٹھیک مصابیح کی تشریح ہے۔ یعنی کواکب کو مصابیح سے تشبیہ دی گئی ہے۔ اور ان کا اطلاق ہر قسم کے ستاروں اور سیاروں پر ہو سکتا ہے۔ اور بروج سے مراد جس طرح مشہور و معروف بارہ برج لئے جاتے ہیں اسی طرح ان کے وسعت مفہوم میں کہکشائیں بھی داخل ہیں۔ کیونکہ قرآن حکیم یہاں "وزینا ہا للنٰظرین" کے الفاظ استعمال کرتا ہے۔ ناظرین نظر سے مشتق ہے، جس کے معنی غور سے دیکھنے کے ہیں اور غور سے دیکھنے کے اس مفہوم میں دوربین سے دیکھنا بھی شامل ہو جاتا ہے۔ اور کہکشاؤں کا ہر ایک طبقہ دوربین سے بالکل صاف نظر آجاتا ہے۔ ان تمام طبقات کی تصویریں اتاری جا چکی ہیں۔ اور ہر طبقہ (کہکشاں) ایک مخصوص شکل وصورت کا حامل ہوتا ہے، جو ان گنت و لاتعداد ستاروں کا مجموعہ ہوتا ہے۔ لہٰذا کوئی وجہ نہیں ہے کہ بروج سے مراد کہکشائیں نہ لی جائیں۔

پھر سب سے زیادہ قابل غور بات یہ ہے کہ مذکورہ بالا تمام مواقع پر قرآن حکیم صرف السماء یا السماء الدنیا کے الفاظ لاتا ہے یعنی جمع کے الفاظ (سماوات) استعمال نہیں کرتا۔ اور سماء دنیا کے معنی ہیں نزدیکی آسمان (یا آسمان اول)، اس کا مطلب یہ ہوا کہ اس قسم کے مزید چھ آسمان اور بھی ہیں، جو اس سماء دنیا کے پرے موجود ہیں کیونکہ قرآن تو صاف صاف سات آسمانوں

کی تصریح کرتا ہے:

وَهُوَ الْعَزِيزُ الْغَفُورُ الَّذِي خَلَقَ سَبْعَ سَمٰوٰتٍ طِبَاقًا۔ — اور وہ غالب اور بخشنے والا ہے جس نے اوپر تلے سات آسمان پیدا کئے (ملک: ۳)

پھر آسمان اول کی مزید توضیح کرتے ہوئے کہتا ہے کہ وہ زیادہ بلند اور اونچا ہے:

ءَأَنْتُمْ أَشَدُّ خَلْقًا أَمِ السَّمَاءُ بَنٰهَا۔ رَفَعَ سَمْكَهَا فَسَوّٰهَا۔ — کیا تمہارا بنانا مشکل ہے یا آسمان کا؟ جس کو اس نے بنایا اس کی چھت (خوب) اونچی کی۔ پھر اس کو ٹھیک ٹھاک کیا۔ (نازعات: ۲۷ - ۲۸)

وَالسَّمَاءَ رَفَعَهَا وَوَضَعَ الْمِيزَانَ۔ أَلَّا تَطْغَوْا فِي الْمِيزَانِ۔ — اور اس نے آسمان کو بلند کیا اور اس میں میزان رکھ دی (اور ہر ایک کو حکم دیا کہ) کوئی (اپنی) میزان سے تجاوز نہ کرے (رحمٰن: ۷ - ۸)

یعنی یہ حکم تمام اجرام سماوی کو دیا جارہا ہے کہ کوئی بھی اپنے حدود اور اصول وضوابط سے ذرا بھی تجاوز نہ کرے۔ میزان کی اس پابندی میں عالمگیر قانون تجاذب (UNIVERSAL LAW OF GRAVITATION) وغیرہ سب کچھ آجاتا ہے۔ یہ ہے حسب ذیل آیات کا ایمان افروز نظارہ:

وَمَا مِنْ غَائِبَةٍ فِي السَّمَاءِ وَالْأَرْضِ إِلَّا فِي كِتٰبٍ مُّبِينٍ۔ — ارض وسما کا کوئی ایسا سربستہ راز نہیں ہے جو (اس) کتاب روشن میں موجود نہ ہو (نمل: ۷۵)

وَإِنَّهُ لَتَنْزِيلُ رَبِّ الْعٰلَمِينَ .... — یہ قرآن رب العلمین کی طرف سے نازل کیا گیا ہے

.... بِلِسَانٍ عَرَبِيٍّ مُّبِينٍ۔ — ایک واضح اور غیر پیچیدہ زبان میں۔

(شعراء: ۱۹۲ اور ۱۹۵)

اور — وَأَنَّ اللّٰهَ قَدْ أَحَاطَ بِكُلِّ شَيْءٍ عِلْمًا۔ — اور یہ کہ اللہ کا علم ہر چیز کو گھیرے ہوئے ہے۔ (طلاق: ۱۲)

پھر سورۂ نازعات کی مذکورہ بالا آیات ہی سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ اس آسمان اول

کی کوئی چھت بھی ہے۔ پھر ایک دوسرے موقع پر اس چھت کی وضاحت اس طرح کی گئی ہے:

وَجَعَلْنَا السَّمَآءَ سَقْفًا مَّحْفُوظًا۔ اور ہم نے آسمان کو ایک محفوظ چھت بنایا ہے (انبیاء: ۳۲)

اب سوال یہ ہے کہ یہ چھت ہے کہاں؟ تو مذکورہ بالا تمام آیات پر غور کرنے کے بعد یہ فیصلہ کرنا پڑتا ہے کہ یہ وہیں پر ہوگی جہاں پر دوربینوں سے نظر آنے والی ان اربوں عظیم الشان کہکشاؤں کا سلسلہ ختم ہو جاتا ہے۔ کیونکہ یہ تمام کہکشائیں محض سماء دنیا کا حصہ ہیں (جیسا کہ تفصیل گزر چکی) اور آسمان چونکہ بہت بلند ہے لہٰذا اس کی بلندی میں تمام کہکشائیں سما جائیں گی۔ پھر اس چھت کو محفوظ اس بنا پر کہا گیا ہے کہ وہ کوئی ٹھوس اور ناقابل روک (Opaque) چیز ہوگی جس کو نہ تو جنات و شیاطین ہی پار کر سکتے ہیں (جیسا کہ فرمایا: وحفظًا من کل شیطٰن مارد) اور نہ کوئی طاقتور سے طاقتور دوربین ہی اس پار جھانک سکتی ہے اس موضوع پر مزید تفصیلات اور قطعی دلائل کے لیے ملاحظہ ہو میرا مضمون "قرآنی نظریہ سماوات"۔

قرآن کا کارنامہ

اس توجیہ و تعلیل سے اس سلسلے کے تمام اشکالات رفع ہو جاتے ہیں اور کوئی پیچیدگی باقی نہیں رہتی اور قرآن و حدیث میں بھی تطبیق ہو جاتی ہے۔ پھر مذکورہ بالا بحث سے یہ حقیقت بھی ظاہر ہو جاتی ہے کہ قرآن عظیم نظام کائنات کے سلسلے میں زیور علم و تحقیق سے آراستہ جدید انسان کی بھی بخوبی رہبری کر سکتا ہے جس طرح کہ وہ علم احکام کے سلسلے میں رہنمائی کرتا ہے (اور یہ قرآن عظیم کا ضمنی موضوع ہے (نظام کائنات کے سلسلے میں رہبری کرنا)۔ اور قرآن کا کمال یہ ہے کہ جب انسان انہیں ترقی و تحقیق کے باعث ایک دوراہے پر آکھڑا ہوتا ہے اور یہ فیصلہ نہیں کر پاتا کہ اس کی منزل کہاں اور کس طرف ہے؟ تو اس وقت قرآن عظیم اس کا ہاتھ پکڑ کر منزل کا نام و نشان اور راستا پتا بتا دیتا ہے۔ جیسا کہ زوج کریم اور سماء کے مذکورہ بالا مباحث سے ظاہر ہو رہا ہے۔ بہرحال آسمانوں کا ذاتی وجود اور سمائے اول کے چھت ہونے کا نظریہ ایک حقیقت ہے۔ جس کو جھٹلانا اور داستان ماضی قرار دینا بے سند و بے دلیل بات ہے۔

(باقی)